شورش کاشمیری ؒ

اقبال اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری

"اج او ہوندا، تے ایناں کرگساں نوں دسدا کہ بخاری غدار اے کہ فداکار، میں کِنوں کواں، میرے تے ساتھی ای میرے کولوں وچھڑ گئے تے یار پچھڑ گئے نے"

علامہ اقبال کا ذکر ہو رہا تھا۔ شاہ جی نے ایک سرد آہ بھری اور کہا "اقبال زندہ ہوتا تو پھر ان کرگسوں کو بتاتا کہ بخاری غدار ہے یا فداکار۔ میں کسے کہوں میرے ساتھی ہی مجھ سے بچھڑ اور پچھڑ گئے ہیں۔

شاہ جی فرماتے تھے جب کبھی میں ان کے ہاں حاضر ہوتا وہ چارپائی پر گاؤ تکیہ کا سہارا لے کر بیٹھے ہوتے، حقہ سامنے ہوتا، دو چار کرسیاں بچھی ہوتیں، صدا دیتا، یا مرشد! فرماتے، آ بھئی پیرا، بہت دناں بعد آیا ایں (بہت دنوں بعد آئے ہو) علی بخش سے کہتے حقہ لے جاؤ اور کلی کے لیے پانی لاؤ، کلی فرماتے پھر ارشاد ہوتا، ایک رکوع سناؤ، میں پوچھتا حضرت! کوئی تازہ کلام؟ فرماتے، ہوتا ہی رہتا ہے۔ عرض کرتا، لائیے، کاپی منگواتے، پہلے رکوع سنتے، پھر وہ اشعار، جو حضور ﷺ سے وابستہ ہوتے، قرآن پاک سنتے وقت کانپنے لگتے تھے لیکن جب حضور ﷺ کا ذکر ہوتا یا ان سے متعلق کلام پڑھا جاتا تو چہرہ اشکبار ہو جاتا۔ حضور ﷺ کا ذکر ہمیشہ باوضو شخص سے سنتے اور خود ان کا نام بھی باوضو ہو کر لیتے تھے۔ حضور ﷺ کے ذکر پر اس طرح روتے جس طرح ایک معصوم بچہ ماں بغیر روتا ہے۔

افراد اور اشخاص اور واقعات و حالات کے بارے میں ان کا تجزیہ حیرت انگیز طور پر درست ہوتا تھا، شاہ جی کا بیان ہے کہ مجھ سے اکثر لوگوں کے بارے میں گفتگو فرمایا کرتے اور ان کی سیرتوں کا اجمالی خاکہ پیش فرماتے، سرکار کی بیشتر باتیں انہی کی وساطت سے ہم تک پہنچتی تھیں۔ پہلے خود ہی طرح دیتے پھر احتراز فرماتے۔ بھئی دلی دروازے کے باغ میں لوگوں کو بتا دو گے؟ پھر بتا بھی دیتے، فرماتے، اپنی ذات تک محدود رکھنا، لطف یہ تھا کہ اپنے سبھی معتمدین کو بتاتے چلے جاتے اور سبھی کو یہ مشورہ دیتے کہ اپنے آپ تک محدود رکھنا اور جب بات بکھر جاتی تو فرماتے، تم لوگ راز نہیں رکھ سکتے ہو؟ عرض کی جاتی کہ آپ ہی نے تو فلاں فلاں کو بتایا ہے، پھر مسکراتے، اچھا تو عام ہو جانے دو، اس میں راز کی کونسی بات ہے؟

ایک دفعہ (بروایت شاہ جی) جلسوں کی رونق پر گفتگو کرتے رہے، کہنے لگے عامۃ المسلمین میں بڑی جان ہے۔ اس قوم کا مزاج حرارت سے بنا ہے، یہ بجھنے کے لیے پیدا نہیں کی گئی۔ ساری خرابی لیڈر شپ کی ہے۔ خواص تو خیر عضو معطل ہیں، انہیں اپنے جسم کا عیش چاہیئے۔ لیڈر گم کردہ راہ ہیں۔ لوگوں کو صحیح راستہ پر نہیں لاتے۔ عرض کیا، حضرت یہ بھی آپ نے مفروضہ قائم کر لیا ہے، قوم خود ہی صحیح راہ پر نہیں آتی؟ آپ کیلئے عامۃ المسلمین کس طرح تڑپتے ہیں لیکن آپ مجمع میں آتے ہی نہیں؟

"نہیں، پیر جی، یہ بات نہیں میرا مجمع میری کتابیں ہیں، میں ہجوم و افکار میں اس طرح کھڑا رہتا ہوں کہ بسا

اوقات فرصت کے اوقات ہی عنقا ہوجاتے ہیں "ٹھیک ہے مرشد! میں نے تو کبھی اپنی کتابوں کی گرد بھی نہیں جھاڑی ہے"
"او شاہ جی تساں تے دلاں تے دماغاں دیا مٹی جھاڑ دے او" (شاہ جی آپ تو دلوں اور دماغوں کی گرد جھاڑتے ہو)

شاہ جی نے یہ بیان کیا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے فرمایا ہائے کیا انسان تھا جدید دانش اور قدیم حکمت کا نقطۂ معراج، چونکہ میاں ﷺ سے محبت کرتے تھے اس لئے اللہ نے ان پر علم ودانش اور فکر و نظر کی سبھی راہیں کھول دی تھیں۔ وہ میدان کا کھلاڑی نہیں تھا لیکن علم اس کا خانہ زاد تھا۔

آج جو پشتینی وفادار! شاہ جی نے فرمایا اس کا نام لے لے کر اس کے ہمنشینوں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا رہے ہیں، کسی علمی مسئلے پر اقبال نے کبھی ان سے مخاطبت کی؟ کبھی ان سے کوئی دینی سوال کیا، کبھی ملی امور پر ان سے از خود گفتگو کی، کبھی مسلمانوں کے مستقبل کا سوال ان سے زیر بحث لاتے رہے؟ ان کے ساتھ تو ان کے زیادہ سے زیادہ لاغر قسم کے مجلسی روابط تھے۔

شاہ جی نے کہا یہی وہ لوگ جو اقبال کی راہ میں ہمیشہ مزاحم ہوتے رہے انہی لوگوں نے اقبال کے خلاف مخبریاں کی تھیں اور انہیں کسی منصب پر فائز نہیں ہونے دیتے تھے۔ اقبال نے مجھ سے آنکھوں میں آنسو لا کر کہا تھا "شاہ جی! ان خاندان فروشوں کی سیاہ دلی کی حد ہو گئی، خوف خدا سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ میرے بارے میں ہائیکورٹ کے چیف جسٹس اور گورنر صوبہ کو عرضداشت بھجوائی ہے جس میں مجھے ایک ایسے ذوق سے متہم کیا ہے جس کا تصور بھی شرافت کو مرجھا دینے کیلئے کافی ہے"۔

شاہ جی نے بتایا یہ بیان کرتے ہی ان کا بدن کانپنے لگا کہ انسان مخالفت اور مخاصمت میں کس حد تک سنگدل، سیہ رو اور گندہ ضمیر ہوجاتا ہے۔

شاہ جی کی روایت ہے کہ فرنگ دشمنی سے ان کے خون کا قطرہ قطرہ انگاروں میں ڈھلا ہوا تھا وہ یورپی تہذیب، یورپی دانش، یورپی سیاست اور یورپی سج دھج کے سخت دشمن تھے، کہا کرتے تھے کہ ہمارا مغرب زدہ طبقہ اپنے خصائص کھو چکا ہے اس کے اندر مشرق کی روح بالکل نہیں رہی یہی وجہ ہے کہ قوم کی خودی اپنی قیمت کھو بیٹھی ہے۔ لوگ علم کی سنجیدگی سے ہاتھ اٹھا کر نٹوں کا تماشا دیکھنے میں غلطاں ہیں۔

کاسہ لیس خاندانوں کا ذکر بڑی حقارت سے کرتے یہ طنطنہ میں نے صرف انہی میں دیکھا کہ جن سے نفرت کرتے، انہیں اپنے گھر میں بھی گھسنے نہیں دیتے تھے اور اگر کوئی کسی بہانے چلا آتا تو اسے دھتکار کر نکال دیتے ورنہ منہ نہیں لگاتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا شاہ جی میں مطمئن ہوں کہ میرا کلام لوگوں کے رگ و پے میں اتر رہا ہے لیکن ابھی کارواں تیار ہورہا ہے، ابھی کارواں بنا نہیں سفر، راستہ اور منزل تو دور کی چیزیں ہیں جب تک مشرق، مغرب کی ذہانت کو للکارے گا نہیں، اس وقت تک مشرق کی عظمت کا سورج نہ کبھی ابھر سکتا ہے اور نہ اس کے نصف النہار پر پہنچنے کا سوال ہی زیر غور آسکتا ہے۔ شاہ جی یہ عموماً فرماتے:

"کاش اقبال آج زندہ ہوتے، ان کا دماغ ایک عظیم الشان تنہائی کا عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ جب کبھی ان کی ہمنشینی کا موقع ملتا معلوم ہوتا تھا کہ لالہ زار کھل گیا ہے۔ مطبوعہ سالنامہ "چٹان" ۱۹۶۲ء لاہور